بحث و نظر

مصارفِ زکوٰۃ میں سے ساتویں مصرف

''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم

تحریر: پروفیسر حافظ نذیر احمد ہاشمی

گزشتہ شمارے میں ''مصارفِ زکوٰۃ اور عصرِ حاضر میں مصالحِ اُمتِ محمدیؐ'' کے عنوان سے انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کا مضمون شائع کیا گیا تھا' جس میں اس مسئلے پر علماء کرام اور مفتیانِ عظام کو دعوتِ فکر دی گئی تھی اور آج کے حالات میں ان سے رہنمائی کی درخواست کی گئی تھی۔ اس مضمون کے مندرجات کے پیش نظر اسے ''بحث و نظر'' کے مستقل عنوان کے تحت شائع کیا گیا تھا۔ اس عنوان کے تحت ان مضامین کو شائع کیا جاتا ہے جو کسی اہم دینی و علمی موضوع پر ایک مخصوص نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہیں' جن سے ادارے کا کلی اتفاق ضروری نہیں ہوتا ـــــ ایسے مضامین کی اشاعت سے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ موضوع زیر بحث پر اہل علم و دانش ہر پہلو سے غور کرتے ہوئے اپنے تبصرے بھی ارسال کریں اور نفس مضمون کے حوالے سے اپنے غور و فکر کا ماحصل بھی پیش کریں' تاکہ زیر بحث موضوع کے تمام گوشے اپنے ''مالہٗ اور ما علیہ'' کے ساتھ قارئین کے سامنے آئیں۔ چنانچہ محترم فاروقی صاحب کے مذکورہ مضمون کے بعض مندرجات سے اختلاف کے باوصف ہم نے اسے حکمت قرآن میں شائع کرنا مفید مطلب خیال کیا۔ اب ہمیں اہل علم کی جانب سے اس پر آراء اور تبصروں کا شدت کے ساتھ انتظار ہے۔ اس مضمون پر شائستہ اور علمی انداز میں کی جانے والی ہر تنقید کا ہم خیر مقدم کریں گے اور فکر انگیز تحریروں کو حکمت قرآن میں شائع بھی کیا جائے گا۔

مصارف زکوٰۃ کے حوالے سے ہی حکمت قرآن کے ادارۂ تحریر کے معزز رکن حافظ نذیر احمد ہاشمی صاحب نے ہماری فرمائش پر ایک مبسوط مقالہ قلمبند کیا ہے جسے ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ اس موضوع پر علماء کرام کی جانب سے موصول ہونے والے مزید مضامین بھی' اگر اللہ نے چاہا تو' آئندہ اشاعتوں میں پیش کیے جائیں گے۔ (ادارہ)

فی سبیل اللہ کا لغوی معنی:

ابن منظور افریقی ''لسان العرب'' میں رقم طراز ہیں:

كل ما امر اللّٰه به من الخير فهو فى سبيل اللّٰه اى من الطريق الى اللّٰه (۱)

''اور خیر کے وہ کام جن کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہ ''سبیل اللہ'' کے مفہوم میں شامل ہیں' یعنی وہ اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔''

اور ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں:

السبيل فى الاصل الطريق ...... وسبيل اللّٰه عام يقع على كل عمل خالص سلك به طريق التقرب الى اللّٰه تعالىٰ ...... (۲)

''سبیل کا اصل معنی راستہ ہے......اور سبیل اللہ عام ہے جو ہر اُس عملِ خالص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہو۔''

ان السبيل فى اللغة "الطريق" وسبيل اللّٰه هو الطريق الموصل الى رضاه (۳)

''سبیل کا لغوی معنی ''راستہ'' ہے اور سبیل اللہ کا معنی ہے ہر وہ راستہ جو اللہ کی رضا تک پہنچانے کا سبب ہو''۔

تاج العروس میں ہے:

واذا اطلق فهو فى الغالب واقع على الجهاد حتى صار لكثرة الاستعمال كانّه مقصورٌ عليه (۴)

''(لفظ ''فی سبیل اللہ'' عام ہے) اور جب مطلق بولا جاتا ہے تو اکثر جہاد مراد ہوتا ہے' یہاں تک کہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے گویا اسی معنی کے ساتھ خاص ہو گیا ہے''۔

فی سبیل اللہ کا اصطلاحی مفہوم

آیت صدقہ میں مذکور ''**وفى سبيلِ اللّٰه**'' سے جمہور مفسرین و مجتہدین کے نزدیک راہ خدا میں غزوہ و قتال کرنے والے مجاہدین مراد ہیں۔ ہاں صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجتہدین میں سے امام محمد بن حسن شیبانی' امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا یہ قول تفسیر و فقہ کی کتابوں میں ملتا ہے کہ حج کرنے والے افراد بھی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل ہیں۔ چنانچہ ملک العلماء علاء الدین

---

۱) لسان العرب' ۹۱/۳۔ (۲) النهاية فى غريب الحديث والاثر' ۱۵۶/۲

۳) فقه الزكاة' ص ۶۵۴۔ (۴) تاج العروس بحواله النهاية ۳۶۶/۷

کاسانی لکھتے ہیں:

قال ابویوسف : المراد منه فقراء الغزاة لان سبیل اللّٰہ اذا اطلق فی الشرع یراد به ذٰلک[1]

''امام ابو یوسف کا قول ہے کہ سبیل اللہ سے مراد ضرورت مند غازی ہے' کیونکہ سبیل اللہ عرف شرع میں جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔''

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

لان الطاعات کلها فی سبیل اللّٰہ الا عند الاطلاق یفهم منه الغزاة[2]

''اس لئے کہ تمام نیکی کے کام فی سبیل اللہ میں شامل ہیں' مگر جب یہ لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے غازی ہی سمجھا جاتا ہے۔''

مبسوط سرخسی میں ہے:

الطاعات کلها فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ ولکن عند اطلاق هذا اللفظ المقصود بهم الغزاة عند الناس[3]

اور طحطاوی نے احناف کی رائے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

"فی سبیل اللّٰہ" هو منقطع الغزاة[4]

''فی سبیل اللہ سے مراد قافلہ سے بچھڑے ہوئے غازی ہی ہیں''۔

احناف میں سے امام محمد اور امام احمد بن حنبل نے ''فی سبیل اللہ'' میں اس حاجی کو بھی شامل کیا ہے جو حج فرض ہونے کے بعد استطاعت حج سے محروم ہو گیا ہو۔ چنانچہ علامہ عینی نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

وقال السکاکی : منقطع الغزاة وهو المراد من قوله "فی سبیل اللّٰہ" عند ابی حنیفة وابی یوسف ' والشافعی ومالک وعند احمد ومحمد منقطع الحاج[5]

''بقول سکاکی۔ آیت میں مذکور ''فی سبیل اللہ'' سے امام ابو حنیفہ' ابو یوسف' امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک قافلہ سے بچھڑا ہوا غازی مراد ہے۔ جبکہ امام احمد اور امام محمد کے نزدیک ضرورت مند حاجی بھی اس میں شامل ہے''۔

---

(۱) بدائع الصنائع' ۲/۴٦۔ (۲) فتاویٰ تاتار خانیه ' ۲/۲۷۵۔ (۳) المبسوط للسرخسی' ۳/۱۰۔ (٤) طحطاوی' ۲/٤۷۲۔ (٥) عینی الهدایة' ۱/۳٥

مالکیہ کے نقطہ نظر کی ترجمانی ابن العربی نے احکام القرآن میں اس طرح کی ہے:

قال مالک : سبیل اللّٰہ کثیرۃ ولکنی لا اعلم خلافا فی ان المراد بسبیل اللّٰہ ھھنا الغزو من جملۃ سبیل اللّٰہ(۱)

''بقول امام مالک ''فی سبیل اللہ'' کا لفظ گو اپنے معنی کے اعتبار سے عام ہے مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس آیت میں غازی (راہِ خدا میں جنگ کرنے والے) ہی اس کا مصداق ہیں۔''

مشہور فلسفی اور مجتہد ابن رشد نے فی سبیل اللہ کے بارے میں مجتہدین اُمت کے مذاہب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

و اما ''فی سبیل اللّٰہ'' فقال مالک : سبیل اللّٰہ مواضع الجھاد و الرباط وبہ قال ابو حنیفۃ(۲)

''سبیل اللہ کے بارے میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد جہاد ورباط کی جگہیں ہیں۔''

قرطبی نے لکھا ہے:

فی سبیل اللہ وھم الغزاۃ(۳)

فقہ شافعی کی ترجمانی کرتے ہوئے امام نووی نے لکھا ہے:

المتبادر الی الافھام ان سبیل اللّٰہ تعالی ھو الغزو و اکثر ما جاء فی القرآن العزیز کذلک (۴)

''سبیل اللہ کا متبادر الی الفہم مفہوم غزوہ اور جہاد ہے اور قرآن مجید میں بھی اس معنی میں اس کا اکثر استعمال ہوا ہے''۔

اور سیوطی نے جلالین میں لکھا ہے:

القائمین بالجھاد لمن لا فیئ لھم (۵)

''کارِ جہاد انجام دینے والے جن کا وظیفہ مقرر نہ ہو۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں:

و اما سبیل اللّٰہ فالاکثر علی انہ یختص بالغازی (۶)

---

(۱) احکام القرآن' ۹۶۹/۲۔ (۲) بدایۃ المجتھد' ۲۷۷/۱۔ (۳) الجامع لاحکام القرآن' ۱۸۵/۸۔ (۴) المجموع شرح المذھب' ۲۱٦/٦۔ (۵) جلالین زیر آیت نمبر ٦۰ سورۃ التوبۃ۔ (٦) فتح الباری شرح صحیح البخاری' ۳۳۲/۳۔

''جہاں تک لفظ ''فی سبیل اللہ'' کا تعلق ہے تو اکثر علماء کے نزدیک اس کا مفہوم غازی فی سبیل اللہ کے ساتھ خاص ہے۔''

حنابلہ کے نزدیک بھی مجاہدین ہی اس کا مصداقِ اوّلین ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اما فی سبیل اللہ فمنھم الغزاۃ الذین لاحق لھم فی الدیوان عند الامام احمد(۱)

''فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وہ غازی بھی شامل ہیں جن کا کوئی وظیفہ مقرر نہ ہو۔ امام احمد کا بھی مسلک ہے۔''

اور ابن قدامہ حنبلی صاحب ''**المقنع**'' کے قول ''**السابع فی سبیل اللّٰہ**'' کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

لا خلاف فی استحقاقھم وبقاء حکمھم ولا خلاف فی انھم الغزاۃ لانّ سبیل اللہ عند الاطلاق ھو الغزو(۲)

''ان کے مستحق اور ان کا حکم باقی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ نیز اِس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے مراد غازی ہیں' کیونکہ ''سبیل اللہ'' جب مطلق ذکر کیا جاتا ہے تو اِس سے مراد غزوہ اور جہاد ہی ہوتا ہے''۔

کیا مالدار غازیوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

''فی سبیل اللہ'' کا مصداق (موافق مسلک ائمہ اربعہ) اگر ان غازیوں کو قرار دیا جائے جو اپنے قافلہ سے بچھڑ گئے ہوں تو کیا ہر غازی اور مجاہد کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے چاہے وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو؟ یا اُن کا فقیر ومحتاج ہونا اخذِ زکوٰۃ کے لئے شرط ہے؟ اس سلسلہ میں دو نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں' ایک فقہاء احناف کا اور دوسرا ائمہ ثلاثہ (امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) کا۔

فقہاء احناف کے نزدیک عاملین زکوٰۃ کے علاوہ تمام مصارف زکوٰۃ میں فقر واحتیاج کی قید ملحوظ رکھنا لازمی ہے۔ لہٰذا ''فی سبیل اللہ'' کے مصرف میں وہی غازی یا حاجی حضرات مستحق زکوٰۃ قرار پائیں گے جن کے پاس اپنا ذاتی مال واسباب نہ ہو' یا مال تو اپنے وطن میں ہو مگر فی الحال وہ اپنے قافلہ سے بچھڑ جانے کی وجہ سے اسلحہ یا اسبابِ خورد ونوش کے لئے پریشان ہوں تو صرف ان ہی کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ اور اگر اُن کے پاس اپنی ذاتی رقم

(۱) تفسیر ابن کثیر' ۳۸۰/۲۔ (۲) الشرح الکبیر علی المقنع' ۲۴۹/۱۔

موجود ہو جس سے وہ اپنے لئے سامانِ جہاد اور سامانِ خورد و نوش خرید سکتے ہوں اور منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہوں تو پھر نہ تو وہ زکوٰۃ کے مستحق قرار پائیں گے۔ اور نہ ہی وہ ''فی سبیل اللہ'' کے مصداق قرار پائیں گے چنانچہ حنفی دبستانِ فقہ کے مشہور ترجمان محقق ابن نجیم مصری اپنی مشہور تصنیف ''البحر الرائق شرح کنز الدقائق'' میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ولا یخفی ان قید الفقر لا بُدَّ منه علی الوجوه کُلِّها (۱)

''یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ تمام مصارفِ زکوٰۃ میں فقر کی شرط لازمی ہے''۔

بعینہٖ یہی کچھ ابن الہمام نے بھی اپنی کتاب ''فتح القدیر'' میں لکھا ہے۔ (۲)

ملک العلماء علامہ کاسانی نے ''بدائع الصنائع'' میں امام ابو یوسف کے حوالہ سے ''فی سبیل اللہ'' کی تشریح نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

قال ابو یوسف : المراد منه فقراء الغزاة (۳)

''بقول امام ابو یوسف اس سے مراد ضرورت مند غازی ہیں''۔

اور علامہ زیلعی نے ''تبیین الحقائق'' میں لکھا ہے:

وفی سبیل اللّٰه هم منقطع الغزاة عند ابی یوسف ای الفقراء منهم وعند محمد منقطع الحاج وهم الفقراء منهم (۴)

''امام ابو یوسف کے نزدیک ''فی سبیل اللہ'' سے ضرورت مند غازی جبکہ امام محمد کے نزدیک ضرورت مند حاجی بھی اس میں شامل ہے''۔

صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''پھر جو لوگ ''فی سبیل اللہ'' کا مصداق غازی کو قرار دیتے ہیں تو اُن کے نزدیک غازی سے مراد وہ شخص ہے جو ''رقبہ'' اور ''ید'' دونوں اعتبار سے فقیر ہو (یعنی نہ تو اس کے وطن میں اس کے پاس اپنا ذاتی مال ہو اور نہ اس وقت اس کے پاس کچھ مال ہو) یا صرف ید کے اعتبار سے فقیر ہو بایں طور کہ وہ اپنے وطن میں مال و دولت کا مالک ہو مگر اُس وقت اس کے پاس مال نہ ہو تو ایسا شخص باعتبار ''ید'' فقیر کہلائے گا اور باعتبار رقبہ غنی ___ جو شخص رقبہ اور ید دونوں لحاظ سے غنی ہو اس کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز نہیں ہے۔'' (۵)

---

(۱) البحر الرائق' ۲۴۲/۲۔ (۲) فتح القدیر' ۲۲٤/۲۔ (۳) بدائع الصنائع' ۵۰۷/۲۔

(٤) تبیین الحقائق' ۲۹۸/۱ نیز دیکھئے المبسوط للسرخسی' ۱۰/۲ وتفسیر روح المعانی' ۱۲۳/۹۔

(۵) فتاوی تاتار خانیه' ۲۷۰/۲۔

استحقاقِ زکوٰۃ کے لئے فقر واحتیاج کے سلسلے میں احناف کے دلائل

زکوٰۃ کے اصل مصرف فقراء ومساکین ہیں اور وجہ استحقاق صرف فقر واحتیاج ہے۔ جن افراد کو اللہ تعالیٰ نے دولت وثروت سے نوازا ہے وہ زکوٰۃ ادا کرنے کے پابند ہیں' لینے کے مستحق نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں بہت واضح نصوص موجود ہیں۔

۱) قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۝﴾ (المعارج:۲۴'۲۵)

''اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے مانگنے والے اور ہارے ہوئے کا۔''

۲) ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۝﴾ (البقرۃ:۲۷۱)

''اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے' اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں' اور وہ دور کرے گا کچھ گناہ تمہارے' اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔''

۳) ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۝﴾ (البقرۃ:۲۷۳)

''خیرات ان فقیروں کے لئے ہے جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے ملک میں' سمجھتے ہیں ان کو ناواقف مالدار ان کے سوال نہ کرنے سے۔ تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے۔ نہیں سوال کرتے ہیں لوگوں سے لپٹ کر۔ اور جو تم خرچ کرو گے کام کی چیز وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے۔''

۴) ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ......﴾ (النور:۲۲)

''اور قسم نہ کھائیں بڑے درجہ والے تم میں سے اور کشائش والے اس پر کہ دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں۔''

۵) رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجتے وقت جو ہدایات دی تھیں ان کا ایک حصہ یہ تھا:

أعلمهم انّ اللّٰہ افترض علیهم صدقة تؤخذ من اغنیائهم فتردّ علٰی فقرائهم[1]

''ان کو بتا دو کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے حاجت مندوں کو دی جائے گی۔''

۶) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

بعث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ساعیا فاخذ الصدقة من اغنیائنا فقسمها فی فقرائنا فکنتُ غلاما یتیما فاعطانی منها فلوسًا[2]

''(ابو جحیفہ کا بیان ہے) کہ رسول اللہ ﷺ نے (ہمارے پاس) ایک ساعی (زکوٰۃ وصول کنندہ) بھیجا جس نے ہمارے صاحب حیثیت لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔ اس وقت میں ایک یتیم بچہ تھا' چنانچہ انہوں نے زکوٰۃ کی رقم میں سے کچھ فلوس (پیسے) مجھے بھی دیئے۔''

۷) **عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان معاذ بن جبل لم یزل بالجند اذ بعثه رسول اللّٰہ ﷺ حتی مات النبی ﷺ ثم قدم علی عمر فرده علی ما کان علیه فبعث الیه بثلث صدقة الناس فانکر ذلک عمر وقال لم ابعثک جابیا ولا آخذًا جزیة ولکن بعثتُک لتأخذ من اغنیاء الناس فترد علی فقرائهم فقال معاذ ما بعثت الیک بشیء وانا اجد احدا یأخذه منی**[3]

''...... معاذ بن جبلؓ کو رسول اللہ ﷺ نے جب سے فوجی مہم پر روانہ کیا تھا اس وقت سے تا انتقال رسول اللہ ﷺ وہ فوجی مہمات میں خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی ان کو اسی خدمت پر مامور کیا۔ چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے وہاں کی زکوٰۃ کا ایک تہائی حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات بری لگی اور فرمایا: میں نے تمہیں نہ تو ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور نہ جزیہ لینے والا' بلکہ میں نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ تم متمول لوگوں سے زکوٰۃ لے کر ان ہی کے ضرورت مندوں میں تقسیم کرو۔ حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ چونکہ یہاں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا اس لئے میں نے آپ کے پاس روانہ کی''۔

۸) **عن علی رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ان اللّٰہ فرض علی اغنیاء المسلمین فی اموالهم بقدر الذی یسع فقرائهم**[4]

---

(۱) بخاری' ۱/۱۸۷' کتاب الزکوٰۃ۔ وصحیح مسلم' کتاب الایمان' ۱/۳۶۔ ابوداؤد' ۱/۲۳۲۔ نسائی' ۱/۳۲۰۔ (۲) مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ' ۱/۲۰۴۔ وترمذی' ۱/۸۲۔ (۳) فقه السنة' ۱/۴۰۹۔ (۴) ایضاً ۱/۳۲۷۔

''حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اغنیاء مسلمین کے مال و دولت میں سے اتنی مقدار میں مال لینا فرض قرار دیا ہے جو ان کے حاجت مندوں کی ضروریات کے لئے کافی ہو''۔

۹) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عديّ بنِ الخيارِ اَخْبَرَنِیْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا اَتَيَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ فَسَاَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ فَرَآنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ : ((إِنْ شِئْتُمَا اَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ))[۱]

''عبید اللہ بن عدی بن الخیار کا بیان ہے کہ مجھے دو آدمیوں نے بتایا کہ ہم حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' جب کہ آپ زکوٰۃ تقسیم فرما رہے تھے' اور زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے جب نگاہ اٹھا کر ہمیں دیکھا تو ہم دونوں کو مضبوط و توانا اور ہٹا کٹا پایا تو فرمایا: ''تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس میں سے حصہ دوں' لیکن یہ یاد رکھو کہ اس (زکوٰۃ) میں کسی غنی اور مضبوط و توانا کمانے پر قادر آدمی کا کوئی حصہ نہیں ہے''۔

۱۰) عن عبد اللّٰه بن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِیْ مِرَّةٍ سَوِیٍّ)).[۲]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زکوٰۃ (کا لینا) کسی غنی اور طاقتور تندرست آدمی کے لئے جائز نہیں''۔

یہ اور اس جیسی دوسری نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ استحقاق زکوٰۃ کے لئے فقر و احتیاج کی شرط لازمی ہے۔ اس لئے فقہاء احناف کے نزدیک استحقاق زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے چھ مصارف میں فقر و عدم غنا بنیادی شرط ہے' البتہ یہ فقر و عدم غنا عام ہے' چاہے ملک و ید دونوں کے اعتبار سے ہو' جیسے عام فقراء یا صرف ید کے اعتبار سے ہو' جیسے ابن السبیل' یا کسی لازم فی الذمہ مالی مطالبہ کے اعتبار سے ہو' جیسے غارم۔

احناف کے مسلک کے برعکس مالکیہ' شوافع اور حنابلہ کے جمہور علماء کے نزدیک استحقاق زکوٰۃ کے لئے فقر و عدم غنا کی شرط سے غازی مستثنیٰ ہے اور استثناء کی وجہ درج ذیل حدیث ہے:

عن عطاء بن يسار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : ((لَا

(۱) سنن ابی داوٗد' ۲۳۱/۱۔ سنن النسائی' ۳٦٤/۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ' ۲۰۸/۲۔
(۲) سنن ابی داوٗد' ۲۳۱/۱۔ سنن نسائی' ۳٦۳/۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ' ۲۰۷/۲۔

تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ : لِغَازٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ لِعَامِلٍ عَلَیْهَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَا لِهٖ اَوْ لِرَجُلٍ لَهٗ جَارٌ مِسْكِیْنٌ فَتَصَدَّقَ عَلَی الْمِسْكِیْنِ فَاَهْدَی الْمِسْكِیْنُ لِلْغَنِیِّ)) (۱)

''عطاء بن یسار کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مالداروں کے لئے صدقہ حلال نہیں سوائے پانچ قسم کے لوگوں کے: مجاہد فی سبیل اللہ' عامل علی الزکوٰۃ' یا وہ شخص جس نے صدقہ کا مال خرید لیا ہو یا وہ شخص جس نے اپنے مسکین پڑوسی کو زکوٰۃ دی اور بعدازاں اس مسکین نے وہ زکوٰۃ کا مال اس غنی کو دوبارہ بطور ہدیہ دے دیا''۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ : ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ اِلَّا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِابْنِ السَّبِیْلِ اَوْ جَارٍ فَقِیْرٍ یُتَصَدَّقُ عَلَیْهِ فَیُهْدِیْ لَکَ)) (۲)

''ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مال داروں کے لئے صدقہ (زکوٰۃ) حلال نہیں سوائے مسافر' یا ضرورت مند پڑوسی کے جس کو زکوٰۃ ملے اور پھر وہ تمہیں ہدیہ کر دے۔''

مذکورہ بالا روایات میں غارم اور ابن السبیل پر غنی کا اطلاق محض ایک پہلو کے اعتبار سے ہے۔ جو شخص بقدرِ نصاب مال کا مالک ہو مگر اُسی قدر اُس کے ذمہ قرض ہو تو وہ بظاہر غنی ہے اگرچہ قرض کی رقم نکال دینے کے بعد اس کے پاس کچھ نہیں رہ جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک آدمی کی ملکیت میں مقدارِ نصاب سے زائد مال ہو مگر بحالتِ سفر اس کا ہاتھ بالکل خالی ہو جائے تو وہ مالِ نصاب کا مالک ہونے کے اعتبار سے غنی ہے اگرچہ ہاتھ خالی ہونے کی وجہ سے وہ وقتی طور پر محتاج ہو گیا ہے۔ ان صورتوں میں غارم اور ابن السبیل کو ایک پہلو کے اعتبار سے غنی یا دوسرے پہلو کے اعتبار سے فقیر کہا جائے اصل حقیقت پر اِس سے کوئی اثر نہیں پڑتا' بلکہ اس سلسلہ کا اختلاف صرف اختلافِ لفظی ہو گا۔

البتہ غازی کے بارے میں احناف اور جمہور فقہاء کا اختلاف کسی حد تک واقعی اور حقیقی ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک غازی غنی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے مگر اِس قید کے ساتھ کہ بیت المال سے اسے باقاعدہ تنخواہ نہ ملتی ہو۔ چنانچہ شوافع کے مسلک کی ترجمانی سیوطی نے ان

(۱) موطا امام مالك مع الاوجز' ۲۲۱/۳۔ ابو داوٗد' ۲۳۱/۱' مصنف ابن ابی شیبہ' ۲۱۰/۱۔
(۲) ابو داوٗد' ۲۳۱/۱ و مصنف ابن ابی شیبہ' ۲۱۰/۱۔

الفاظ میں کی ہے:

القائمين بالجهاد لمن لا فيئى لهم ولو اغنياء [1]

حافظ ابن کثیر کا بیان ہے:

اما فی سبيل الله فمنهم الغزاة الذين لا حق لهم فی الديوان عند الامام احمد [2]

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

فی سبيل اللّٰه وهم الغزاة المجاهدون الذين لا حق لهم فی الديوان لان السبيل عند الاطلاق هو الغزو ...... فيدفع اليهم لا نجاز مهمتهم وعودهم ولو كانوا عند الجمهور اغنياء لانه مصلحة عامة واما من له شیء مقدر فی الديوان فلا يعطی لان من له رزق راتب يكفيه فهو مستغن به. [3]

''فی سبیل اللہ سے مراد وہ مجاہدین اور غازی ہیں جن کو باقاعدہ کوئی تنخواہ نہیں ملتی' کیونکہ ''سبیل اللہ'' جب مطلق ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے غزوہ اور جہاد ہی مراد ہوتا ہے' لہٰذا مہمات سر کرنے کے لئے ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے چاہے وہ غنی ہی کیوں نہ ہوں (جمہور کے نزدیک) البتہ جس غازی اور مجاہد کو بقدر کفاف تنخواہ ملتی ہو تو اسے زکوٰۃ کی ادائیگی بھی جائز نہیں۔''

عدم راتب کی قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء نے فقر واحتیاج کے پہلو کو یکسر نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ کسی حد تک اس کو ملحوظ رکھا ہے۔علامہ کاسانی نے امام شافعی کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقال الشافعی يجوز دفع الزكاة الی الغازی وان كان غنيا وأما عندنا فلا يجوز [4]

''بقول امام شافعی مجاہد فی سبیل اللہ کو باوجود اُس کے غنی ہونے کے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے' ہمارے نزدیک نہیں''۔

علامہ بغوی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں:

---

(۱) جلالین' زیر آیت ۶۰' سورۃ التوبۃ۔ (۲) تفسیر ابن کثیر' ۳/ ۳۸۰۔

(۳) الفقہ الاسلامی' ۲/ ۸۷۲۔ (٤) بدائع الصنائع' ۲/ ٤٦۔

"فی سبیل اللّٰہ" اراد بھا الغزاۃ فلھم سھم من الصدقۃ یعطون اذا ارادوا الخروج الی الغزو وما یستطیعون بہ علی أمر الغزو من النفقۃ والکسوۃ والسلاح ...... وان کانوا اغنیاء(۱)

''فی سبیل اللہ سے مراد غازی ہیں چنانچہ زکوۃ میں ان کا حصہ مقرر ہے۔ جب یہ لوگ جہاد کی نیت سے گھروں سے نکلیں اوران کے پاس جہاد میں مطلوب اسلحہ اور لباس وغیرہ نہ ہوتوان کوزکوۃ دی جائے گی چاہے وہ غنی ہی کیوں نہ ہوں۔''

یہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں لکھی ہے:

واستحقاقِ غازی غنی زکوۃ رامذہب شافعی است(۲)

مالکی دبستان فقہ کے ترجمان علامہ قرطبی نے تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں امام مالک کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

...... وھم الغزاۃ وموضع الرباط یعطون ما ینفقون فی غزوھم اغنیاء کانوا او فقراء وھذا قول اکثر العلماء وھو تحصیل مذھب مالک رحمہ اللّٰہ(۳)

''اس سے مراد غازی اور رباط کی جگہیں ہیں' چنانچہ غازیوں کو جہاد میں اخراجات کے لئے زکوۃ کی رقم دی جائے گی چاہے وہ مال دار ہوں یا ضرورت مند۔ یہی اکثر علماء کا قول ہےاور یہی امام مالک کے مذہب کا خلاصہ ہے''۔

بعینہٖ یہی بات علامہ شوکانی نے بھی تحریر فرمائی ہے:

"و فی سبیل اللّٰہ" ھم الغزاۃ والمرابطون یعطون من الصدقۃ ما ینفقون فی غزوھم ومرابطھم وان کانوا اغنیاء وھذا قول اکثر العلماء ......(۴)

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہاء اگر چہ مصرفِ صدقات کے لئے فقر کی شرط لگاتے ہیں' لیکن مذکورہ بالا عطاء بن یسار کی مرسل روایت کی وجہ سے (جسے ابوداوٗد' ابن ماجہ اور مالک نے روایت کیا ہے) اس شرط سے غازی کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف یہ مرسل روایت ہے جس سے غازی غنی کے لئے اخذِ صدقہ کا جواز معلوم ہوتا ہے' دوسری طرف وہ احادیث اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ ہیں جن سے علی الاطلاق غنی کے

---

(۱) معالم التنزیل' ۷۸/۲ (۲) اشعۃ اللمعات' ۲۸/۲۔ (۳) تفسیر قرطبی' ۱۸۵/۸۔
(٤) تفسیر فتح القدیر' ۲۷۳/۲۔

لئے صدقہ کی عدم حلت بیان کی گئی ہے۔ تحقیق کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جن روایات سے (لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيّ اور لَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيّ) مطلقاً ہر غنی کے لئے صدقہ کی حرمت معلوم ہوتی ہے ان کی تائید نہ صرف قرآن مجید کی مذکورہ بالا نصوص قطعیہ سے ہوتی ہے بلکہ خود وہ روایات بھی سند و متن ہر دو لحاظ سے قابل اطمینان ہیں۔ محقق ابن ہمام نے تفصیل سے ان پر بحث فرمائی ہے۔(۱) جبکہ اس کے مقابلہ میں عطاء بن یسار کی مرسل روایت میں سند اور متن دونوں اعتبار سے اضطراب ہے' جیسا کہ محققین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔(۲)

سند و متن دونوں میں اضطراب کی وجہ سے ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نے اوجز المسالک شرح موطا امام مالک میں اور محقق ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تحریر فرمایا ہے:

وما رواه ابوداود وابن ماجه ومالک عنه عليه الصلوة والسلام لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ : لِغَازٍ ...... الحديث. قيل لم يثبت ولو ثبت لم يقوّقوّة حديث معاذ فانه رواه اصحاب الكتب الستة مع قرينة من الحديث الاخر ...... ولو قوى قوته ترجح حديث معاذ بانه مانع وما رواه مبيح(۳)

یعنی حدیث ''لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ ......'' کی بابت یہ بات کہی گئی ہے کہ یہ ثابت نہیں اور اگر ثابت بھی ہو تو حدیث معاذ کے پائے کی نہیں (جس سے غنی مجاہد کے لئے صدقہ کی حرمت معلوم ہوتی ہے) کیونکہ حدیث معاذ کو اصحابِ ستہ نے روایت کیا ہے۔ اور اگر اس درجہ کی مان بھی لی جائے تب بھی حدیث معاذ کو ترجیح ہوگی' کیونکہ وہ مانع ہے اور یہ مبیح ہے جس میں تاویل بھی کی گئی ہے (اور مانع و مبیح میں تعارض کے وقت مانع کو ترجیح ہوتی ہے)

یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ غنی کے لئے کسی حال میں بھی زکوٰۃ حلال نہیں چاہے وہ مجاہد ہو یا عامل۔ چنانچہ ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں ابن القاسم سے یہی مسلک نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

روى عن ابن القاسم انه لا يجوز اخذ الصدقة لغنى اصلاً مجاهداً كان او عاملاً(۴)

''ابن القاسم سے منقول ہے کہ صاحب حیثیت کے لئے کسی صورت میں زکوٰۃ لینا

(۱) فتح القدير شرح هدايه' ۲۰۹/۲۔ (۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسير مظهري' ۲٤٤/٤۔
(۳)فتح القدير' ۲۰۹/۲ و مرقاة شرح مشكوٰة' ٤٥٠/۲۔ (٤) بداية المجتهد' ۲۰۲/۱۔
نوٹ: عامل کے لئے بالاتفاق فقر و احتیاج شرط نہیں ہے۔

جائز نہیں چاہے وہ مجاہد ہو یا محصل زکوٰۃ''۔

بالفرض غازی غنی کے لئے صدقہ کے جواز کے سلسلہ میں جمہور فقہاء کے مستدل عطاء بن یسار کی مرسل روایت کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ حدیث فقہاء احناف کے مسلک کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ انہوں نے اس کا محل بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ابوبکر جصاص لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

''اگر یہ اشکال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے مالدار مجاہدین کے لئے صدقہ لینا جائز قرار دیا ہے اپنے اس فرمان سے: ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ : لِغَازٍ ......الخ)) تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ کبھی ایک شخص اپنے شہر' وطن اور اپنے گھر والوں میں مالدار ہوتا ہے نصاب سے زائد اس کے پاس دراہم یا ان کی قیمت ہوتی ہے جن کی بنا پر اس کے لئے زکوٰۃ لینی جائز نہیں ہوتی' لیکن جب وہ سفر جہاد میں نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو آلاتِ سفر اور آلاتِ حرب وضرب کا محتاج ہونے کی بنا پر زائد رقم خرچ کرتا ہے (اور ضرورت کی وجہ سے ایسے وقت میں) اس کے لئے صدقہ جائز ہو جاتا ہے''۔[1]

علامہ کاسانی نے اس کی مزید تفصیل فرمائی ہے جس کا حاصل درج ذیل ہے:

''وہ حدیث جس میں غنی مجاہد کے لئے صدقہ لینا جائز قرار دیا گیا ہے وہ وقتی حاجت پیش آنے پر محمول ہے اور اس کو غنی ماسبق اور ما کان (سابق حالت) کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے...... مثلاً ایک شخص مالدار صاحب نصاب ہے جس کی بنا پر اُس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں' پھر وہ سفر جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور آلات سفر و جہاد' ہتھیار اور سواری وغیرہ کا حاجت مند ہو جاتا ہے' اس کو سواری چاہئے جس پر سوار ہو کر وہ جہاد کر سکے ـــــ الغرض وہ ان تمام چیزوں کا محتاج ہو جاتا ہے جن کا حالت اقامت میں محتاج نہیں تھا' ایسی ضرورت اور حاجت کے وقت اس کو مال زکوٰۃ دینا جائز ہے حالانکہ وہ اپنے مقام میں صاحب نصاب اور مالدار ہے''۔[2]

حاصل یہ کہ مجاہد ضرورت مند پر غنی کا جو اطلاق کیا گیا ہے وہ مجازاً اور گزشتہ حالت کے اعتبار سے ہے' جب کہ اس کو حاجت پیش نہیں آئی تھی' اور صدقہ کی حلت موجودہ حالت کے اعتبار سے ہے جبکہ وہ حاجت مند ہے اور ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ تطبیق کی یہ بہتر شکل ہے جس سے دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس غنی مجاہد کو (اگر

(۱) احکام القرآن' ۱۲۷/۳۔ (۲) بدائع الصنائع' ۴۷/۲ واوجز المسالك شرح موطا امام مالك' ۲۲۳/۳

غیر محتاج ہو) زکوۃ کا مصرف قرار دینے میں ان احادیث کی مخالفت اور ان کا ترک لازم آتا ہے؟ جن میں علی الاطلاق غنی کے لئے اخذ زکوۃ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

باقی رہا یہ اشکال کہ اگر مصارف زکوۃ میں ہر مصرف کے لئے فقر کی شرط ضروری ہے تو پھر ''عامل'' کے لئے یہ قید کیوں ضروری نہیں اور غناء کے باوجود وہ کیوں زکوۃ کا مستحق ٹھہرتا ہے؟ تو اس کا جواب ابوبکر جصاص اور کاسانی نے یہ دیا ہے کہ:

> ''عاملین خود اپنی ذات کے لئے صدقہ نہیں لیتے بلکہ فقراء کے لئے لیتے ہیں' پھر اپنے اس عمل کے عوض میں وہ صدقہ لیتا ہے جو اُس نے فقیر کے لئے انجام دیا ہے۔ یہ تو ایسا ہے جیسے کسی فقیر پر صدقہ کیا گیا اور اس نے وہ صدقہ اس شخص کو دے دیا جس نے اس کے لئے کوئی کام کیا تھا۔ اس کی مثال میں حضرت بریرہ پر صدقہ کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تو وہ ہدیہ تھا اور حضرت بریرہؓ کے لئے صدقہ''۔[۱]

شمس الائمہ سرخسی اور علامہ کاسانی نے بھی اسی انداز کا جواب دیا ہے۔[۲] نیز اسی انداز کی گفتگو دیگر مذاہب والوں نے بھی فرمائی ہے۔[۳]

رہا یہ اعتراض کہ فی سبیل اللہ کے مصداق میں اگر فقر کی قید ملحوظ ہے تو پھر اس مصرف کو علیحدہ سے بیان کرنے کا فائدہ کیا؟ کیونکہ فقر کی وجہ سے تو وہ پہلے ہی فقراء کے مصرف میں داخل ہیں' فی سبیل اللہ میں فقر کی قید لگانا گویا مستقل مصرف کو باطل کرنا ہے یا پھر تکرار بے فائدہ' اور اللہ تعالیٰ کا کلام بلیغ اس طرح کے تکرار سے منزہ ہے۔ یہ اشکال صاحب عنایہ[۴] صاحب تفسیر المنار[۵] اور شیخ یوسف القرضاوی[۶] نے ذکر کیا ہے' لیکن یہ اشکال صرف ''فی سبیل اللہ'' ہی پر کیوں ہے جبکہ فقر کی شرط تو بجز عامل کے ہر مصرف میں ضروری اور لازم[۷] ہے' لہٰذا دوسرے مصارف پر بھی شبہ ہونا چاہئے۔

نیز احناف ہی کی کیا تخصیص ہے دوسرے مسالک میں بھی کسی نہ کسی مصرف میں (مثلاً ابن السبیل) فقر کی قید ضروری اور لازم[۸] ہے۔ اس طرح یہ اشکال تو دوسرے مصارف اور دوسرے مذاہب پر بھی ہوتا ہے۔

---

(۱) احکام القرآن' ۱۴۰/۳۔ (۲) مبسوط' ۹/۲۔ بدائع الصنائع' ۲۹/۲۔ (۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اوجز المسالك شرح موطا امام مالك' ۲۲۴/۳۔ (٤) عنایه' ۲٦۲/۲۔ (٥) تفسیر المنار' ۵۸۰/۱۔ (٦) فقه الزکاة' ٦٥٦/۲ (٧) فتح القدیر' ۲۰٥/۲۔ بدائع' ٤۳/۲۔ بحر الرائق' ۲٦۰/۲۔(٨) الفقه الاسلامی وادلته' ۲۷۸/۲۔

اصل بات یہ ہے کہ آیت کریمہ میں مصارفِ زکوٰۃ کو ''واؤ'' حرفِ عطف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور عطف کا تقاضا ہے کہ ہر قسم اپنے قسیم سے مغائر ہو۔ بالفاظ دیگر جملہ اقسام میں باہم مغائرت ہونی چاہئے۔ لہٰذا اگر یہ مغائرت ثابت ہو جائے تو پھر اس کو تکرار بے فائدہ یا مستقل صنف کا ابطال کہنا غلط ہوگا۔ لہٰذا اب دیکھنا یہ ہے کہ ان مصارفِ ثمانیہ میں باہم مغائرت ہے یا نہیں' اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے:

فان قیل : فی سبیل اللّٰہ مکرر۔۔۔ اجیب بانہ فقیر الا انہ ازداد فیہ شیٔ آخر سوی الفقر وھو الانقطاع فی عبادۃ اللّٰہ من جہاد ...... فلہذا غایر الفقیر المطلق فان المقید یغایر المطلق لا محالۃ ...... الخ (۱)

''اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ''فی سبیل اللہ'' (میں اگر فقر کی قید ملحوظ اور ضروری ہے تو پھر فی سبیل اللہ) مکرر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک وہ فقیر ہی ہے البتہ اس میں فقر کے علاوہ دوسری شے زائد بھی ہے اور وہ ہے اللہ کی عبادت' یعنی جہاد کے لئے بالکل یکسو ہو جانا۔ پس اس وجہ سے (مجاہد فقیر) مطلق فقیر کے مغائر ہو گیا' کیونکہ مطلق یقیناً مقید کے مغائر ہوتا ہے''۔

محقق ابن نجیم نے بھی بحر الرائق میں بعینہٖ یہی جواب دیا ہے۔ (۲)

صاحب عنایہ نے یہ جواب دیا ہے:

اجیب بانہ فقیر الا انہ ازداد فیہ شیء آخر سوی الفقر وھو الانقطاع فی عبادۃ اللّٰہ من جہاد فلذلک غیر الفقیر المطلق (۳)

''اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ ''فی سبیل اللہ'' کی مد میں بھی فقر کی قید ملحوظ ہے مگر اس پر فقر کے سوا **انقطاع فی عبادۃ اللّٰہ من جہاد** (یعنی جہاد جیسی اللہ کی عبادت کیلئے یکسو ہو جانا) کی زیادتی ہے۔ لہٰذا اس قید کی وجہ سے وہ فقیر مطلق سے مغائر ہو گیا''۔

بعینہٖ یہی جواب علامہ زیلعی نے بھی اپنی کتاب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں دیا ہے۔ (۴)

تملیک رکن زکوٰۃ ہے

جمہور فقہاء کے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی

---

(۱) روح المعانی' ۱۰/۱۲۳۔ (۲) بحر الرائق' ۲/۲۴۲۔ (۳) عنایۃ' ۲/۲۶۴۔

(۴) تبیین الحقائق' ۱/۲۹۸۔

ہے۔ جب تک زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو بطور تملیک نہ دی جائے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔
چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن الجزیری زکوٰۃ کی تعریف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وشرعا تملیک مالٍ مخصوصٍ لمستحقه بشرائط مخصوصة" (۱)

''زکوٰۃ کے شرعی معنی مخصوص شرائط کے ساتھ مال کا ایک خاص حصہ بطور تملیک کسی کو دے دینا ہے''۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی رقمطراز ہیں:

واما ركن الزكاة فهو اخراج جزء من النصاب بانهاء يد المالك عنه وتمليكه الى الفقير وتسليمه اليه او الى من هو نائب عنه وهو الامام او المصدق (۲)

''نصاب کے ایک حصہ سے مالک کا قبضہ ختم کرنا اور کسی فقیر یا اس کے نائب مثلاً امام وقت یا محصل صدقہ کو حوالے کرکے اس کو اس کا مالک بنا دینا رکن زکوٰۃ ہے۔''

علامہ عینی نے لکھا ہے:

والاحسن ما قاله حافظ الدين النسفي : الزكاة تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المالك من كل وجه لله تعالىٰ (۳)

''اس سلسلے (تعریف زکوٰۃ) میں سب سے خوبصورت بات حافظ نسفی نے کہی ہے کہ زکوٰۃ ہاشمی اور اس کے آزاد کردہ غلام کے علاوہ کسی مسلمان ضرورت مند کو محض ابتغاءً لوجه الله بطور تملیک اس طریق پر دینے کا نام ہے کہ اس سے مالک کسی لحاظ سے بھی نفع نہ اٹھاسکے۔''

ملک العلماء کاسانی لکھتے ہیں:

وامر اللّٰه تعالى بايتاء الزكاة لقوله عزوجل ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ والايتاء هو التمليك ولذا سمى اللّٰه تعالى الزَّكاة صدقة لقوله عزوجل : ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ والتصدق تمليك فيصير المالك مخرجاً قدر الزكاة الى الله بمقتضى التمليك سابقاً عليه '

---

(۱) الفقه على المذاهب الاربعة' ۲۷۲/۱ ـ(۲) الفقه الاسلامی وادلته' ۲۳۷/۲ ـ

(۳) البناية شرح الهداية' ۳۴۰/۳ ـ

ولان الزكاة عبادة على اصلنا والعبادة اخلاص العمل بكليته لله تعالى وذلك فيما قلنا ان عند التسليم الى الفقير تنقطع نسبة قدر الزكاة عنه بالكلية وتصير خالصة لله تعالى ويكون معنى القربة فى الاخراج الى الله تعالىٰ بابطال ملكه عنه. (۱)

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

ولا يجزئ فى الزكاة عتق رقبة ولا الحج ولاقضاءِ دين ميت ولا تكفينه ولا بناء مسجد والاصل فيه ان الواجب فيه فعل الايتاءِ فى جزء من المال ولا يحصل الايتاء الا بالتمليك فكل قربة خلت من التمليك لا تجزئ عن الزكاة(۲)

''مالِ زکوٰۃ میں سے کسی غلام کا آزاد کرنا' حج' میت کے دَین کی ادائیگی' اس کی تکفین اور کسی مسجد کی تعمیر جائز نہیں' کیونکہ ادائے زکوٰۃ کے لئے فعل ایتاء استعمال کیا گیا ہے اور ایتاء کا تحقق بغیر تملیک کے نہیں ہوسکتا' لہٰذا ہر وہ ثواب کا کام جو تملیک سے خالی ہو اُس کی ادائیگی مالِ زکوٰۃ سے نہیں ہوسکتی''۔

فقہاءِ شافعیہ میں سے ابوعبید القاسم بن سلام کتاب الاموال میں لکھتے ہیں:

فاما قضاء الدّين عن الميّت والعطية فى كفنه وبنيان المساجد واحتفار الانهار وما اشبه ذلك من انواع البرِّ فانّ سفيان واهل العراق وغيرهم من العلماء يجمعون على ان ذلك لا يجزئ عن الزكاة لانه ليس من الاصناف الثمانية (۳)

''میت کے دَین کی ادائیگی' اس کی تکفین کے لئے کوئی عطیہ دینا' مساجد کی تعمیر' نہروں کی کھدائی اور ان جیسے دیگر نیکی کے کاموں کے بارے میں سفیان ثوری اور اہلِ عراق وغیرہ علماء کا اتفاق ہے کہ مالِ زکوٰۃ سے ان کی ادائیگی جائز نہیں' کیونکہ یہ کام زکوٰۃ کے مصارفِ ثمانیہ میں سے کسی ایک کے تحت بھی نہیں آتے''۔

علاءالدین محمد سمرقندی تحفۃ الفقہاء میں رقم طراز ہیں:

واما ركن الزكاة فهو اخراج جزء من النصاب ...... الى الله تعالىٰ والتسليم اليه وقطع يده عنه بالتمليك من الفقير والتسليم اليه او

(۱) بدائع الصنائع' ۳۹/۲۔ (۲) المبسوط' ۲۰۲/۲۔ (۳) کتاب الاموال' ص ۶۰۲۔

الی من ھو نائب عنه وھو الساعی [1]

''زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ مالک نصاب' نصاب کا ایک مخصوص حصہ اپنے مال میں سے نکال کر اور اس پر اپنا قبضہ ختم کر کے بطور تملیک کسی فقیر یا اس کے نائب (محصل) کے حوالہ کر دے''۔

وصاحب المال نائب اللّٰہ تعالیٰ فی التسلیم الی الفقراء قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ والایتاء ھو التملیک [2]

''فقراء کو مال زکوٰۃ دینے میں صاحب مال اللہ عزوجل کا نائب ہوتا ہے' کیونکہ اسی نے ''وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ'' کا حکم دیا ہے اور ایتاء کا نام تملیک ہی ہے''۔

بنابریں علماءِ اُمت قریباً اس بات پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق کو مالک بنائے بغیر از خود رفاہِ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں چاہے اس سے فقراء ہی کے مفادات وابستہ ہوں۔ چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

وعلی ھذا یخرج صرف الزکاۃ الی وجوہ البرّ من بناء المساجد والرباطات والسقایات واصلاح القناطر وتکفین الموتیٰ ودفنھم انه لا یجوز لانه لم یوجد التملیک [3]

''بنابریں اگر کسی نے زکوٰۃ کی رقم مساجد اور رباطات کی تعمیر' پانی کی سبیلیں لگانے' پلوں کی اصلاح یا میت کے کفن دفن میں خرچ کر دی تو تملیک نہ ہونے کی بناء پر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی''۔

علامہ عینی نے لکھا ہے:

ولا یبنی بھا مسجد لان الرکن فی الزکاۃ التملیک من الفقیر ولم یوجد ولا یکفن بھا میت لانعدام التملیک من المیت وھو الرکن وکذا لا تبنی بھا القناطر ...... ولا یحفربھا الآبار ولا تصرف فی اصلاح الطرقات وسدّ الثغور ...... ونحو ذلک مما لا یملک فیه [4]

''زکوٰۃ کی رقم مسجد کی تعمیر میں نہیں لگائی جا سکتی' کیونکہ زکوٰۃ کا رکن کسی فقیر کو اُس کا مالک بنا دینا ہے جو اس صورت میں نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح میت کی تکفین' پلوں کی

(۱) تحفۃ الفقھاء' ۳۰۵/۲۔ (۲) تحفۃ الفقھاء' ۳۰۵/۲۔

(۳) بدائع الصنائع' ۳۹/۲۔ (٤) البنایہ شرح الھدایہ' ۵٤٤/۳۔

تعمیر، کنوؤں کی کھدائی، شاہراہوں وغیرہ کی تعمیر میں جائز نہیں، کیونکہ ان صورتوں میں تملیک نہیں پائی جاتی"۔

ابن قدامہ حنبلی رقم طراز ہیں:

ولا یجوز صرف الزکاة الی غیر من ذکر اللّٰہ تعالی من بناء المساجد والقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وسدّ البثوق وتکفین الموتی .... واشباہ ذلک من القرب التی لم یذکرھا اللّٰہ تعالی. (۱)

"اللہ کے ذکر کردہ مصارف کے علاوہ دیگر مصارف میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں، مثلاً مساجد، پلوں اور سڑکوں کی تعمیر، سبیلیں لگانے اور میت کے کفن ودفن وغیرہ، ان نیکی کے کاموں میں جن کا ذکر اللہ نے مصارفِ زکوٰۃ کی فہرست میں نہیں کیا ہے"۔

یہ اور اس طرح کی دیگر بے شمار فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک اداء زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے اور مصالح عامہ کے کاموں میں براہِ راست زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا بیشتر بلکہ قریباً تمام معلوم ومسلم ائمہ وفقہاء کے نزدیک ناجائز ہے، حتیٰ کہ اسلامی جہاد اور عسکری ضروریات میں بھی بلا تملیک مستحق براہِ راست مال زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز نہیں۔

اِتفق جماھیر فقھاء المذاھب علی انہ لا یجوز صرف الزکاة الی غیر من ذکر اللّٰہ تعالیٰ من بناء المساجد ...... واعداد وسائل الجھاد کصناعة السفن البحریة وشراء السلاح ...... ما لا تملیک فیہ(۲)

"جمہور فقہاء مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ مساجد کی تعمیر، بحری جہازوں اور ہتھیاروں وغیرہ وسائل جہاد کی تیاری میں بوجہ عدم تملیک زکوٰۃ کا خرچ کرنا جائز نہیں"۔

لیکن باوجود اس کے بعض اہل علم سے حربی ضروریات میں بلا تملیک زکوٰۃ صرف کرنے کا جواز بھی منقول ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

قال بعض اصحابنا لا مؤلفة فیجعل سھم المؤلفة وسھم فی سبیل اللّٰہ فی الکراع والسلاح ...... حیث یراہ الوالی(۳)

"ہمارے بعض اصحاب کے بقول مؤلفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہے لہٰذا مؤلفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ کا مصرف حاکم وقت کی صوابدید پر اسلحہ کی تیاری میں صرف کیا

---

(۱) المغنی، ۶۶۷/۲۔ والافصاح عن معانی الصحاح، ۲۳۱/۱۔ والشرح الصغیر، ۶۶۴/۱

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۸۷۵/۲۔ (۳) کتاب الام الشافعی، ۷۶/۲۔

جاسکتا ہے''۔

اور ملاّ جیون نے لکھا ہے:

"وقیل "فی سبیل اللّٰہ" ای یصرف فی الجهاد بابتیاع الکرابج والسلاح وقیل سدّ الثغور وبناء الرباطاتِ من هذا القبیل ......" (۱)

تلاش سے اس قسم کی مزید جزئیات بھی مل سکتی ہیں۔

''فی سبیل اللہ'' کے مفہوم میں توسع

مشہور شافعی عالم ''قفال'' نے بعض فقہاء سے ''فی سبیل اللہ'' کے مفہوم میں توسّع کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

انهم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارة المسجد لان قوله ﴿وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ عام فی الکل (۲)

''بعض فقہاء نے میت کے کفن دفن اور قلعوں و مساجد کی تعمیر وغیرہ تمام مصارف خیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کی اجازت دی ہے' کیونکہ آیت میں مذکور ''وفی سبیل اللّٰہ'' کے الفاظ عام ہونے کی بنا پر جمیع مصارف خیر کو شامل ہیں''۔

امام رازی نے بھی اسی قول کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے:

اعلم ان ظاهر اللفظ فی قوله ﴿وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ لا یوجب القصر علی کل الغزاة

''جان لو کہ ''فی سبیل اللہ'' کے ظاہری الفاظ اس کے مفہوم کو غزاۃ تک محدود رکھنے سے اِباء کرتے ہیں''۔

علامہ صنعانی نے لکھا ہے:

ویلحق به من کان قائما بمصلحة عامة من مصالح المسلمین للقضاء والافتاء والتدریس وان کان غنیا وادخل ابوعبید من کان فی مصلحة عامة فی العاملین واشار الیه البخاری حیث قال : باب رزق الحاکم والعاملین علیها. واراد بالرزق ما یرزقه الامام من بیت المال لمن

---

(۱) تفسیراتِ احمدیہ' ص ۳۷۲ (۲) مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) دار احیاء التراث العربی' بیروت' لبنان ۱٤۲٥ھ' ۱۹۹۹ء مطابق المجلد السادس' الجزء السادس عشر' ص ۸۷۔

یقوم بمصالح المسلمین کالقضاء والفتیا والتدریس فله الاخذ من الزکاۃ فیما یقوم به مدۃ القیام بالمصلحۃ وان کان غنیا(۱)

''اور غازی کے ساتھ اس شخص کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے جو مصالح مسلمین میں سے مصلحت عامہ کا کوئی کام انجام دے رہا ہو' مثلاً قضاء' افتاء وتدریس' اگرچہ وہ غنی ہو۔ اور ابوعبید نے ایسے شخص کو جو مصلحت عامہ کے کام میں مشغول ہو عاملین میں داخل کیا ہے اور بخاری نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے باب باندھا ہے: ''حاکم اور عاملین صدقات کا رزق'' اور رزق سے ان کی مراد وہ رزق (کفاف) ہے جو امام بیت المال سے اس شخص کو دیتا ہے جو مصالح مسلمین کے کاموں میں مشغول ہو' جیسے قضاء' افتاء اور تدریس۔ ایسا شخص اس مدت کے لئے جس میں وہ اس کام میں مشغول رہتا ہے' زکوٰۃ میں سے لے سکتا ہے اگرچہ وہ غنی ہو''۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:

وقال بعضهم ان اللفظ عام فلا یجوز قصره علی الغزاۃ فقط ولهذا اجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبیل الله الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذلک لان قوله سبیل الله عام فی الکل فلا یختص بصنف دون غیره والقول الاول هو الصحیح لاجماع الجمهور علیه (۲)

''بقول بعض علماء ''فی سبیل اللہ'' کا لفظ عام ہے' لہٰذا غازیوں تک اس کو محدود کرنا جائز نہیں۔ اسی لئے بعض فقہاء نے سبیل اللہ کے مد کو مُردوں کے کفن ودفن' پلوں' قلعوں اور مساجد کی تعمیر وغیرہ مدات (از قبیل وجوہ خیر) میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے' کیونکہ قرآن مجید میں مذکور الفاظ ''فی سبیل اللہ'' عام ہیں' لہٰذا ان کو کسی خاص صنف کے ساتھ مختص نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جمہور کے اجماع کی وجہ سے پہلا قول ہی صحیح ہے''۔

گیارہویں صدی کے محقق اور محدث علامہ مرتضیٰ زبیدی رقم طراز ہیں:

یمکن ان یرید المجاهدین والانفاق منها فی الجهاد لانه یطلق علیه هذا الاسم عرفا ویمکن ان یرید سبیل الخیر کلها المقربۃ الی الله (۳)

(۱) سبل السلام' ۱۴۶/۲ ۔ (۲) تفسیر خازن' ۹۳/۳ ۔(۳) اتحاف السادۃ المتقین' ۲۵۰/۴ ۔

''ممکن ہے کہ اس سے مجاہدین اور جہاد میں صرف کرنا مراد ہو' کیونکہ عرف میں اس پر اس اسم کا اطلاق ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ بننے والے تمام خیر کے کام مراد ہوں''۔

پھر اس کی مزید توسیع کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

...... بل ما تقتضيه المصلحة العامة لكل انسان بل لكل حيوان حتى الشجرة يراها تموت عطشا فيكون عنده بما يشترى لها ما يسقيها به من مال الزكوٰة فيسقيها بذلك فانه من سبيل الله وان اراد المجاهدين فالمجاهدون معلومون بالعرف من هم والمجاهدون انفسهم ايضا فى سبيل الله فيعانون بذلك على جهاد انفسهم[1]

''بلکہ اس سے مراد ہر انسان بلکہ ہر حیوان کے مصلحت عامہ کا کام ہے' حتیٰ کہ اگر کسی درخت کو پیاس کے مارے مرتا ہوا دیکھے اور اس کے پاس زکوٰۃ کی اتنی رقم ہو کہ جس سے اس کی پیاس بجھانے کا انتظام کر سکے تو ضرور اس کا انتظام کرنا چاہئے۔ یہ بھی فی سبیل اللہ کے دائرے میں شامل ہے۔ اور اگر اس سے مجاہدین مراد ہوں تو عرفاً مجاہدین معلوم ہی ہیں اور جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کے راستے میں لڑنے والے بھی فی سبیل اللہ کی مد میں شامل ہیں۔ چنانچہ اس مد سے ان کی بھی مدد کی جا سکتی ہے۔''

شامی میں لکھا ہے:

وبهذا التعليل يقوى ...... من ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكاة ولو غنيا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية الى ما لا بد منه[2]

''اور اس تعلیل سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ طلبۂ علوم دینیہ کے لئے باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے اگر اس نے اپنے آپ کو تعلیم و تعلم کے لئے وقف کیا ہو' کیونکہ اس صورت میں وہ اپنی ضروریات اور حاجات کے پورا کرنے کے لئے کسب مال سے عاجز ہوتا ہے''۔

فقہاء مالکیہ نے تو ببانگ دہل غنی طلبہ کو بھی اس مد میں شامل رکھا اور وجہ یہ بتائی کہ وہ بھی مجاہدین ہیں۔ چنانچہ علامہ صاوی کا بیان ہے:

---

(۱) اتحاف السادة المتقين' ۲۵۰/٤ ـ (۲) شامی' ابن عابدين' ۳٤۰/۲' ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی۔

مذهب مالک ان طلبة العلم المنهمکين فيه لهم الاخذ من الزکاة ولو غنيا اذا انقطع حقهم من بيت المال لانهم مجاهدون[1]

''علوم (دينيه) ميں منہمک طلبہ کو اگر بيت المال سے وظيفہ نہ ملے تو اُن کے لئے زکوٰۃ کی رقم لينی جائز ہے چاہے وہ غنی بھی کيوں نہ ہوں' کيونکہ وہ بھی مجاہدين کی صف ميں شامل ہيں''۔

علامہ رشيد رضا اپنی تفسير المنار ميں لکھتے ہيں:

"وفی سبيل الله" هو يشتمل سائر المصالح الشرعية العامة التی هی ملاک امر الدّين والدّولة واوّلها واولاها بالتقديم الاستعداد للحرب بشراء السلاح واغذية الجنود وادوات النقل وتجهيز الفقراء ......

ومن اهم ما ينفق فی سبيل الله فی زماننا هذا اعداد الدعاة الی الاسلام وارسالهم الی بلاد الکفار من قبل جمعيات منظمة تمدهم بالمال الکافی کما يفعله الکفار فی نشر دينهم ويدخل فيه النفقة علی المدارس للعلوم الشرعية وغيرها عما تقوم به المصلحة العامة. وفی هذه الحالة يعطی منها معلمو هذه المدارس ما داموا يؤدّون وظائفهم المشروعة التی ينقطعون بها عن کسب آخر. ولا يعطی عالم غنی لاجل علمه وان کان يفيد الناس به[2]

''فی سبيل اللہ کا مصرف تمام شرعی مصالحِ عامہ کو شامل ہے جن پر دين اور حکومت کے معاملات کا مدار ہے۔ اور اول و مقدم جنگ کی تياری ہے جس کے لئے ہتھيار' فوج کے لئے خوراک اور آلاتِ حمل و نقل خريدنا اور جنگ کرنے والوں کو سامانِ جنگ سے ليس کرنا ہے۔ اور موجودہ زمانہ ميں فی سبيل اللہ کا اہم ترين مصرف يہ ہے کہ اسلام کے لئے داعی تيار کئے جائيں اور انہيں کفار کے ممالک ميں منظم جمعيتوں کی طرف سے بھيجا جائے اور وہ وافر مال سے ان کی مدد کريں جس طرح کہ کفار اپنے دين کے پھيلانے کے لئے کرتے ہيں۔ اور اس ميں علوم شرعيہ وغيرہ کے مدارس پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جو مفادِ عامہ کے کام ہيں۔

---

(۱) حاشيہ صاوی' علی تفسير الجلالين' ۲/ ۱۵۴۔

(۲) تفسير المنار' سورة التوبة' آيت ۶۰ بحوالہ فقہ السنة' سيد سابق ۱/ ۳۹۴۔

اوراس حالت میں ان مدارس کے معلمین کو بھی اس میں سے دیا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے مقررہ فرائض انجام دیتے رہیں اوراس بنا پر کوئی دوسرا ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے' البتہ مالدار عالم کو اُس کے علم کی وجہ سے نہیں دیا جائے گا اگر چہ وہ اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچا رہا ہو''۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مصارف زکوۃ میں تحدید وحصر کے قائل نہیں ہیں' بلکہ قرآن مجید کی تعبیر کو محض حصر اضافی سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں:

...... قلت فالحصر فی قوله تعالیٰ "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ" اضافی بالنسبة الی ما طلبه المنافقون فی صرفهافی ما یشتهون علی ما یقتضیه سیاق الآیة والسر فی ذلک ان الحاجات غیر محصورة ولیس فی بیت المال فی البلاد الخالصة للمسلمین غیر الزکاة کثیر مال فلا بد من توسعة لتکفی نوائب المدینة (۱)

''میں کہتا ہوں اس تقدیر پر اللہ پاک کے اِس حکم 'اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ ''میں حصر اضافی یعنی ان مصارف کی نسبت حصر ہے جن کو منافقین اپنی خواہش کے موافق زکوۃ کا مصرف بنانا چاہتے تھے جیسے کہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے۔اس میں رمز یہ ہے کہ حوائج بے شمار ہوا کرتے ہیں اوران شہروں میں جن کے باشندے صرف مسلمان ہی ہیں بیت المال کے اندر کوئی اور مال کثیر نہیں ہوتا لہٰذا اس میں وسعت دینا ضروری ہے تاکہ شہر کے حوائج کو وہ مال کافی ہو سکے واللہ اعلم۔''

شیخ محمود شلتوت لکھتے ہیں:

اما الجهة الاخری العامة المذکورة بقوله "وفی سبیل اللّٰه" فهی تشتمل سائر المصالح التی هی اساس الدین والدولة واولها واحقها الاستعداد الحربی بجمیع لوازمه حتی المستشفیات العسکریة ومدّ الخطوط الحدیدیة' والقناطر وما الی ذلک مما یعرفه رجال الحرب والمیدان.

ویدخل فی هذه الجهة الاعداد لدعاة اسلامیین اعداداً یظهرون به جمال الاسلام وسماحته ویدفعون بشبه الاعداء الی صدورهم کما

(۱) حجة الله البالغة' ۱۵۶/۲۔

يدخل فيه العمل على تحفيظ القرآن في جمعياته و افراده و انشاء المساجد في الاحياء التي لا توجد فيها المساجد الكافية (۱)

''دوسرا عام مصرف جو ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ میں بیان ہوا ہے' وہ ان تمام مصالح پر مشتمل ہے جو دین اور حکومت کی اساس ہیں۔ ان میں اول ومقدم جنگی تیاری کے کام ہیں' اپنے تمام لوازم کے ساتھ جن میں فوجی ہسپتال' ریلوے لائن بچھانا' پل اور اس قسم کی دوسری چیزیں جن کو جنگی ماہرین ضروری خیال کرتے ہیں' شامل ہیں۔

اور اس مصرف میں اسلام کے ایسے داعی تیار کرنا بھی شامل ہے جو اسلام کے حسن و جمال اور اس کی فیض بخشی کو نمایاں کرسکیں۔ اسی طرح حفظ قرآن کی جو خدمت جماعتی یا انفرادی سطح پر انجام دی جارہی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے۔ نیز ایسے محلوں میں مسجدیں تعمیر کرنا بھی اس مدّ میں داخل ہے جہاں مسجدیں کافی نہ ہوں''۔

ابوالکلام آزاد اپنی تفسیر ''ترجمان القرآن'' میں آیتِ صدقہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قرآن کی اصطلاح میں وہ تمام کام جو براہِ راست دین وملت کی حفاظت وتقویت کے لئے ہوں' سبیل اللہ کے کام ہیں اور چونکہ حفظ وصیانت اُمت کا سب سے زیادہ ضروری کام دفاع ہے اس لئے زیادہ تر اطلاق اسی پر ہوا۔ پس اگر دفاع درپیش ہے اور امامِ وقت اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ مذکورہ مدّ سے مدد لی جائے تو اس میں خرچ کیا جائے گا ورنہ دین وامامت کے عام مصالح میں مثلاً قرآن اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں' مدارس کے اجراء وقیام میں' دعاۃ ومبلغین کے قیام وترسیل میں' ہدایت وارشاد اور اُمت کے تمام مفید وسائل میں''۔ (۲)

علامہ سید سلیمان ندوی کے نزدیک تو ''فی سبیل اللہ'' کا مصرف کافی وسیع ہے۔ لکھتے ہیں:

''وفی سبیل اللہ'' ایک وسیع مفہوم ہے جو ہر قسم کے نیک کاموں کو شامل ہے اور حسب ضرورت کبھی اس سے مذہبی لڑائی' یا سفر حج' یا اور دوسرے نیک کام مراد لئے جاسکتے ہیں''۔

پھر اس پر درج ذیل نوٹ کا اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکثر فقہاء نے فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد لیا ہے' مگر یہ تحدید صحیح نہیں معلوم ہوتی' ابھی آیت گزر چکی ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یہاں فی

---

(۱) الفتاویٰ لمحمود شلتوت' ص ۱۱۹

(۲) ترجمان القرآن' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' ۱۶۸/۲۔

سبیل اللہ سے مراد بالاتفاق جہاد نہیں' بلکہ ہر نیکی اور دینی کام مراد ہے' اکثر فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے مگر ان کا استدلال' جو لِلْفُقَرَآءِ کے لام تملیک پر مبنی ہے' بہت کچھ مشتبہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ لام انتفاع ہو جیسے: ﴿خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾"(۱)

نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب ''الروضۃ الندیۃ'' میں ''وفی سبیل اللہ'' کے مصرف پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن جملة "سبيل الله" الصرف في العلماء الذين يقومون بمصالح المُسلمين الدّينية' فان لهم في سبيل الله نصيباً سواء كانوا اغنياء او فقراء' بل الصرف في هذه الجهة من اهم الامور لان العلماء ورثة الانبياء وحملة الدين ...... (۲)

''اور فی سبیل اللہ کے مصرف میں مسلمانوں کے مصالح دینیہ میں مصروف علماء پر خرچ کرنا بھی شامل ہے چاہے وہ فقراء ہوں یا اغنیاء' کیونکہ ''فی سبیل اللہ'' میں ان کا بھی حصہ ہے' بلکہ ان پر خرچ کرنا زیادہ اہم ہے' کیونکہ علماء ہی انبیاء کرام کے ورثاء اور حاملین دین متین ہیں''۔

لیکن خود نواب صاحب مرحوم نے اپنی تفسیر ''فتح البیان'' میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے جمہور کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ سبیل اللہ سے مراد غزاۃ فی سبیل اللہ ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وقيل ان اللفظ عام فلا يجوز قصره على نوع خاص ويدخل فيه جميع وجوه الخير من تكفين الموتى وبناء الجسور والحصون وعمارة المساجد وغير ذلك والاول اولى لاجماع الجمهور عليه(۳)

''اور کہا گیا ہے کہ لفظ ''سبیل اللہ'' عام ہے' لہٰذا اس کو کسی خاص نوع تک محدود نہیں کیا جا سکتا ہے' بلکہ اس میں تمام کار خیر شامل ہیں' جیسے مُردوں کی تکفین' پلوں' قلعوں اور مساجد وغیرہ کی تعمیر۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ جمہور علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے''۔

---

(۱) سیرت النبی' ۳۵۳/۵۔ (۲) الروضة الندية' ۲۰۷/۱ بحواله تفسير المنار' دار الكتب العلمية' بيروت' ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء' ۴۳۹/۱۰۔ (۳) فتح البيان في مقاصد القرآن' المكتبة العصرية' بيروت' ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۲ء' ۳۳۱/۵۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے ''فی سبیل اللہ'' کے مصرف پر بڑی مبسوط اور محققانہ بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد اگرچہ جہاد ہے لیکن صرف عسکری نہیں بلکہ علمی' فکری وغیرہ ہر قسم کا جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

...... فهذه القرائن كلها كافية فى ترجيح ان المراد من سبيل الله فى آية المصارف هو الجهاد كما قال الجمهور' وليس المعنى اللغوى الاصلى وقد ايد ذالک حديث : ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ اِلَّا لِخَمْسَةٍ ......)) وذكر منهم الغارم والغازى فى سبيل الله' ولهذا اوثر عدم التوسع فى مدلول سبيل الله بحيث يشتمل كل المصالح والقربات . كما ارجح عدم التضييق فيه بحيث لا يقصر على الجهاد بمعناه العسكرى المحضه.

ان الجهاد قد يكون بالقلم واللسان كما يكون بالسيف والسنان قد يكون الجهاد فكريا اوتر بويا او اجتماعيا او اقتصاديا او سياسيا كما يكون عسكريا وكل هذه الانواع من الجهاد تحتاج الى الامداد والتمويل.

المهم ان يتحقق الشرط الاساسى لذلک كله وهو ان يكون فى سبيل الله اى فى نصرة الاسلام واعلاء كلمته فى الارض فكل جهاد اريد به ان تكون كلمة الله هى العليا فهو فى سبيل الله ايا كان نوع هذا الجهاد وسلاحه [1]

''یہ تمام قرائن اس بات کو ترجیح دینے کے لئے کافی ہیں کہ مصارف والی آیت میں ''سبیل اللہ'' سے مراد جہاد ہے' جیسا کہ جمہور کا قول ہے' اور اصل لغوی معنی نہیں ہیں' اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ صدقہ کسی غنی کے لئے جائز نہیں مگر پانچ اشخاص کے لئے۔ ان پانچ اشخاص میں الغازی فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔ اسی لئے میں سبیل اللہ کا مدلول متعین کرنے میں ایسی توسع کا قائل نہیں کہ ہر قسم کے مصالح اور تقرب کے کام اس میں شامل ہو جائیں اور نہ ہی اس کے دائرہ کو اتنا تنگ سمجھتا ہوں کہ وہ صرف عسکری جہاد کے لئے خاص ہو کر رہ جائے۔

---

(۱) فقه الزكاة' ۲/۲۵۶٫۲۵۷

جہاد جس طرح تلوار اور نیزہ سے کیا جاتا ہے اسی طرح زبان اور قلم سے بھی کیا جاتا ہے۔اور جس طرح جہاد عسکری ہوتا ہے اس طرح جہاد فکری، تربیتی، اجتماعی اقتصادی اور سیاسی بھی ہوتا ہے۔ جہاد کی ان تمام قسموں کے لئے مال اور امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ بنیادی شرط پوری ہو اور وہ یہ ہے کہ جہاد اللہ کی راہ میں ہو یعنی اسلام کی نصرت اور اس کے حکم کو بلند کرنے کی غرض سے ہو اور ہر وہ جہاد جس کا مقصد اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہو اللہ کی راہ میں ہے خواہ اس کی نوعیت کچھ ہو"۔

آگے چل کر موصوف فرماتے ہیں:

ان الجهاد في الاسلام لا ينحصر في الغزو الحربي والقتال بالسيف فقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم سُئِلَ اَىُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ فَقَالَ: ((كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ))....... ان ما ذكرناه من الوان الجهاد والنشاط الاسلامي لو لم يكن داخلا في معنى الجهاد بالنص لوجب الحاقه به بالقياس فكلاهما عمل يقصد به نصرة الاسلام والدفاع عنه ومقاومة اعدائه واعلاء كلمته في الارض وقد رأينا من ألحق بالعاملين على الزكاة كل من يعمل في مصلحة عامة المسلمين......

وبذلك يكون ما اخترناه هنا في معنى سبيل الله هو رأى الجمهور مع بعض التوسعة في مدلوله.

اذ كنا قد اخترنا ان الجهاد الاسلامي لا ينحصر في الجانب المادى العسكرى وحده وانه يتسع لانواع اخرى من الجهاد لعل المسلمين اكثر حاجة اليها اليوم من غيرها فاننا نستطيع ان تصنع صور وامثلة للجهاد الاسلامي المنشود في هذا العصر. ونستطيع ان نضرب امثلة شيء لكثير من الاعمال التي تحتاج اليها رسالة الاسلام في هذا العصر وهي جديرة ان تعد بحق جهاد في سبيل الله.

وان انشاء مراكز الدعوة الى الاسلام الصحيح وتبليغ رسالته الى غير المسلمين فى كافة القارات فى هذا العالم الذى تتصارع فيه الاديان والمذاهب جهاد فى سبيل اللّٰه.

وان انشاء مراكز اسلامية داعية فى داخل بلاد الاسلام نفسها تحتضن الشباب المسلم وتقوم على توجيهه الوجهة الاسلامية وحمايته من الالحاد فى العقيدة والانحراف فى الفكر والانحلال فى السلوك وتعده لنصرة الاسلام ومقاومة اعدائه جهاد فى سبيل اللّٰه.

وان انشاء صحيفة اسلامية خالصة تقف فى وجه الصحف الهدامة والمضللة لتعلى كلمة الله وتصدع بقوله الحق وتردّ عن الاسلام اكاذيب المفترين وشبهات المضللين وتعلم هذا الدين لاهله خاليا من الزوائد والشوائب جهاد فى سبيل اللّٰه.

وان نشر كتاب اسلامى اصيل يحسن عرض الاسلام اوجانبا منه ويكشف عن مكنون جواهره ويبرز جمال تعاليمه...... وتعميم مثل هذا الكتاب على نطاق واسع جهاد فى سبيل اللّٰه.

وان تفريغ رجال اقوياء امناء مخلصين للعمل فى المجالات السابقة بهمة وغيرة وتخطيط لخدمة هذا الدين ومدِّ نوره فى الآفاق ورد كيد اعدائه المتربصين به وايقاظ ابنائه النائمين عنه ومقاومة موجات التبشير والالحاد والاباحية جهاد فى سبيل الله.

وان معاونة الدعاة الى الاسلام الحق الذين تتآمَرُ عليهم القوى المعادية للاسلام فى الخارج مستعينة بالطغاة والمرتدين من الداخل فتكيل لهم الضربات وتسلط عليهم الوان العذاب تقتيلاً وتعذيباً وتجويعاً ان معاونة هؤلاء على المقاومة والثبات فى وجه الكفر والطغيان جهاد فى سبيل اللّٰه.

وان الصرف على هذه المجالات المتعددة لهو أولى ما ينبغى ان يدفع فيه المسلم زكاته وفوق زكاته فليس للاسلام — بعد

الله ـــ ابناء الاسلام وخاصة فی غربة الاسلام(1)

''اسلام میں جہاد تلوار سے جنگ تک محدود نہیں ۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ حق بات جو کسی ظالم سلطان کے سامنے کہی جائے ۔ جہاد کی جو قسمیں ہم نے بیان کی ہیں وہ اگر منصوص طور پر جہاد کے حکم میں داخل نہ بھی ہوں تو قیاساً ان کو جہاد سے متعلق ماننا پڑے گا' کیونکہ دونوں کا مقصود اسلام کی نصرت' اس کا دفاع' اس کے دشمنوں کا مقابلہ اور اللہ کے کلمہ کو اُس کی زمین پر بلند کرنا ہے ۔ بعض فقہاء نے عاملین میں ان لوگوں کو بھی شامل کیا ہے جو مسلمانوں کے عام مفاد سے متعلق کوئی خدمت انجام دیں ۔

اس طرح سبیل اللہ کے مفہوم کے بارے میں ہم نے جو رائے قائم کی ہے وہ درحقیقت اپنے مدلول میں قدرے توسع کے ساتھ جمہور کی رائے ہی ہے ......

ہمارے نزدیک جہاد اسلامی صرف مادی اور فوجی طریقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہے جس میں دوسرے طریقے بھی شامل ہیں اور شاید مسلمان آج اس کے سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں' لہٰذا ہم اس کی مختلف صورتیں جو اس زمانہ میں مطلوب ہیں' پیش کرنا چاہتے ہیں ۔

عصر حاضر میں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لئے جن سرگرمیوں کی ضرورت ہے اس کی چند مثالیں ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں ۔ ان کا شمار بجا طور پر فی سبیل اللہ میں کیا جا سکتا ہے ۔

صحیح اسلام کو پیش کرنے کے لئے دعوتی مراکز قائم کرنا جن کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ادیان و مذاہب کی کشمکش کے درمیان غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکے' یقیناً جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے ۔

اسلامی ممالک میں ایسے مراکز قائم کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہے جو مسلم نوجوانوں کی صحیح تربیت' اسلام کے اعتدال پسندانہ نقطۂ نظر کے مطابق ان کی رہنمائی' الحاد' فکری انحراف اور عملی بے راہ روی سے بچا کر انہیں اسلام کی حمایت و نصرت اور اس کے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار کریں ۔

اسی طرح خالص اسلامی جریدے کا اجراء جو گمراہ صحافت کے درمیان اللہ کا کلمہ بلند کرنے' حق بات کا اظہار کرنے' اسلام پر عائد کئے جانے والے جھوٹے الزامات

---

(1) فقه الزكاة' ۳/۲۵۶ تا ۲۶۹ ملخصاً

کی تردید کرنے' شبہات کا ازالہ کرنے اور اسلام کو ہر قسم کی حاشیہ آرائی اور شائبوں سے پاک کر کے صحیح شکل میں پیش کرنے کی خدمت انجام دے بلاشبہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

ایسی دینی کتاب کی وسیع پیانہ پر اشاعت جو بنیادی اہمیت کی حامل ہو اور جو اسلام کو یا اس کے کسی پہلو کو اس خوبی کے ساتھ پیش کرے کہ اس کے پوشیدہ جواہر پاروں سے پردہ اٹھ جائے' اس کی تعلیمات کی خوبیاں نمایاں اور اس کے حقائق بے نقاب ہوں' جہاد فی سبیل اللہ کے مترادف ہے۔

پختہ کار' امانت دار اور مخلص افراد کو فارغ کرنا تا کہ وہ دین کی خدمت کریں' اس کی روشنی کو چہار دانگ عالم میں پھیلائیں' اس کے دشمنوں کی چالوں کو بے اثر کر کے رکھ دیں' فرزندانِ اسلام میں بیداری پیدا کریں اور عیسائی مشن' الحاد اور اباحیت کے طوفان کا مقابلہ کریں منجملہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور دین حق کے داعیوں کی معاونت کرنا جن پر اسلام دشمن طاقتیں داخلی عناصر ـــ مرتد اور سرکش افراد ـــ کی مدد سے مسلط ہو جاتی ہیں اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دینے لگتی ہیں' ان کی معاونت کرنا تا کہ کفر اور سرکشی کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں' سراسر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ زکوٰۃ کے صرف میں ایسے کاموں کو اوّلین اہمیت دیں' کیونکہ اسلام کے مددگار' اللہ کے بعد فرزندانِ اسلام ہی ہیں اور خاص طور پر ایسے دور میں جبکہ اسلام غربت سے دوچار ہے''۔

المجمع الفقه الاسلامی مکہ مکرمہ کا فیصلہ

علماء کی ان انفرادی آراء کے علاوہ توسع کی تائید میں علماء کا اجتماعی فیصلہ بھی موجود ہے۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس **المجمع الفقهی الاسلامی** نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۸۵ء میں' جو شیخ عبدالعزیز بن باز کی صدارت میں منعقد ہوا تھا' فی سبیل اللہ کے مصرف کے بارے میں درج ذیل قرارداد منظور کی:

"وبعد تداول الرای ومناقشة ادلة الفریقین قرر المجلس بالاکثریة ما یلی:

ا) **نظرًا الی ان القول الثانی قد قال به طائفة من علماء المسلمین و ان له حظا من النظر فی بعض الآیات الکریمة مثل قوله تعالیٰ: ﴿الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ**

سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى ﴾ ومن الاحاديث الشريفة مثل ما جاء في سنن ابی داؤد ان رجلا جعل ناقة فی سبيل الله فارادت امراته الحج فقال لها النبی صلی الله عليه وسلم : ((اِرْكَبِيْهَا فَاِنَّ الْحَجَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)).

٢) ونظرًا الى ان القصد من الجهاد بالسلاح هو اعلاء كلمة الله تعالٰى وان اعلاء كلمة الله تعالى مما يكون ـــــ ايضًا ـــــ بالدعوة الى الله تعالى ونشر دينه باعداد الدعاة ودعمهم ومساعدتهم على اداء مهمتهم فيكون كلا الامرين جهادًا لما روى الامام احمد والنسائی وصححه الحاكم عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال : ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ)).

٣) ونظرًا الى ان الاسلام محاربٌ ـــــ بالغزو الفكری والعقدی من الملاحدة واليهود والنصارى وسائر اعداء الدين وان لهؤلاء من يدعهم الدعم المادی والمعنوی فانه يتعين على المسلمين ان يقابلوهم بمثل السلاح الذی يغزون به الاسلام وبما هو انكى منه.

٤) ونظرًا الى ان الحروب فی البلاد الاسلامية اصبح لها وزارات خاصة بها ولها بنود مالية فی ميزانية كل دولة بخلاف الجهاد بالدعوة فانه لا يوجد له فی ميزانيات غالب الدول مساعدة ولاعون.

لذلک كله المجلس يقرر ـــــ بالاكثرية المطلقة ـــــ دخول الدعوة الى الله تعالى وما يعين عليها ويدعم اعمالها فی معنى ـــــ وفی سبيل الله ـــــ فی الآية الكريمة.[1]

ترجمہ: تبادلہ آراء اور فریقین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد مجلس نے کثرتِ رائے سے درج ذیل قرارداد منظور کی:

١) اس بات کے پیش نظر کہ دوسرے قول کا قائل علمائے مسلمین کا ایک گروہ ہے اور اس کی تائید بعض آیات کریمہ سے ہوتی ہے' مثلاً: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى﴾ (البقرۃ:٢٦٢) ''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' پھر اُس خرچ کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دل آزاری کرتے

(١) قرارات المجمع الفقهی الاسلامی برابطة العالم الاسلامی' ص ١٦٣۔

ہیں''۔ نیز بعض احادیثِ شریفہ سے بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ابوداؤد کی یہ روایت کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی اللہ کی راہ میں دے دی اور اس کی بیوی حج کرنا چاہتی تھی تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اس پر سواری کرو' کیونکہ حج فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

۲) اور اس بات کے پیشِ نظر کہ مسلح جہاد سے مقصود اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ جہاں قتال کے ذریعہ بلند ہوتا ہے وہاں دعوۃ الی اللہ اور اشاعتِ دین کے ذریعہ بھی ہوتا ہے جس کے لئے داعیوں کو تیار کرنے اور ان کی امداد و اعانت کی ضرورت ہوتی ہے' تا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکیں۔ لہٰذا دونوں ہی باتیں جہاد میں شامل ہیں۔ چنانچہ امام احمد اور نسائی کی روایت ہے' اور اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے' کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ)) ''مشرکین سے جہاد کرو اپنے مال' اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ۔

۳) اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسلام ملحدوں' یہود' نصاریٰ اور تمام دشمنانِ اسلام کی طرف سے کئے جانے والے فکری اور اعتقادی حملوں کا مقابلہ کرتا ہے اور ان کو ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو اُن کی مادّی اور معنوی مدد کرتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بھی ویسے ہی ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کریں جن کے ذریعے وہ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں' بلکہ اُن سے بھی زیادہ کاری ضرب لگانے والے اسلحہ سے۔

۴) اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ممالک اسلامیہ میں جنگی معاملات کے لئے خاص وزارتیں تشکیل دی جاتی ہیں اور اس کے لئے ہر حکومت کے بجٹ میں مالی دفعات ہوتی ہیں بخلاف دعوتی جہاد کے کہ اس کے لئے اکثر ممالک کے بجٹ میں امداد و اعانت کے لئے کوئی رقم تجویز نہیں کی جاتی۔

ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ مجلس مطلق کثرتِ رائے سے طے کرتی ہے کہ دعوت الی اللہ' اور جو چیزیں اس میں معاون ہوں اور جو کام اس کو تقویت پہنچانے والے ہوں وہ سب آیت کریمہ میں مذکور ''وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' کے معنی میں داخل ہیں۔ انتہیٰ

خلاصہ بحث

آیتِ صدقہ میں ''وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' سے مراد ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک مصروف فی القتال غازی ہیں۔ حنفیہ میں سے امام محمد اور امام احمد بن حنبل نے منقطع الحاج کو

بھی اس میں شامل کیا ہے۔ پھر احناف کے نزدیک صرف ضرورت مند غازی ہی زکوٰۃ لینے کا اہل ہے جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غازی میں فقر واحتیاج کی شرط نہیں ہے۔

لیکن بایں ہمہ متاخرین میں سے بہت سے علماء نے ''وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' کے مفہوم میں توسع کا قول اختیار کیا ہے' جیسا کہ سابق میں علماء کی انفرادی آراء اور المجمع الفقهی الاسلامی کی قرارداد کی صورت میں ان کی اجتماعی رائے آپ کے سامنے آچکی ہے۔

سابقہ دلائل اور متاخرین علماء کرام کی آراء کو سامنے رکھ کر فی سبیل اللہ کا مصداق ان تمام امور کو قرار دیا جا سکتا ہے جو دین کی دعوت' اس کی تدریس' اس کی نشر و اشاعت اور اس کی خدمت کے تعلق سے ملت کو درپیش ہیں۔ اس کے مفہوم کو عسکری جہاد تک محدود رکھنا صحیح نہ ہوگا۔

فقہی کتابوں میں مصارف زکوٰۃ کے مباحث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تمام فقہاء نے کسی نہ کسی صورت میں تعلیل کی ہے۔ مثلاً ابن رشد کے بیان کے مطابق بعض حضرات نے عاملین پر قیاس کرتے ہوئے ان علماء اور قاضیوں کے لئے بھی زکوٰۃ کی اجازت دی ہے جو مسلمانوں کے امور اور مصالح عامہ میں مشغول ہوں۔

یا حنفیہ میں سے صاحب ردالمحتار نے ابن السبیل پر قیاس کر کے ان لوگوں کے لئے بھی زکوٰۃ لینے کی اجازت دی ہے جن کا مال گم ہو چکا ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں سے وہ وصول نہیں کر سکتے اگرچہ وہ اپنے ہی شہر میں کیوں نہ ہوں۔

یہ قیاسات صحیح ہیں یا غلط اس سے بحث نہیں' البتہ ان سے کم از کم اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ مصارف زکوٰۃ میں تعلیل کی اتنی گنجائش موجود ہے کہ اس کے حصر پر کوئی اثر پڑے بغیر مصارف ثمانیہ میں وسعت پیدا کی جا سکے۔

اب آیئے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی طرف جس سے جمہور فقہاء نے غزوہ اور جہاد مراد لیا ہے۔ اس کو بعینہ اسی صورتحال پر برقرار نہیں رکھ سکتے اور نہ وہ نوعیت' جو عہد نبوی میں تھی' فی نفسہ مطلوب ہے' بلکہ مقصد جہاد اعلاء کلمۃ اللہ اور نصرت دین اسلام ہے' لہٰذا اس کے لئے جتنی شکلیں اور جتنے میدان مسلمانوں کو اختیار کرنے پڑیں وہ سب جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہیں اور یہ اس قدر بدیہی بات ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں جو جنگیں تلوار' نیزے' گھوڑے' اونٹ' ہاتھی اور تیر کے ذریعے لڑی جاتی تھیں' اگر جہاد سے مراد صرف عسکری جنگ (بقول

جمہور) ہی ہوتو کیا آج کے دور میں مذکورہ بالا ہتھیار استعمال کر کے ہم جنگ لڑ سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں بلکہ آج کے دور میں عسکری جنگ کے لئے جو جدید اسلحہ بنا ہے اُس ہی کو اختیار کر کے دشمن کے دانت کھٹے کئے جاسکتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جنگ و جہاد کے لئے ہر دور کے لحاظ سے ہتھیار اور میدان تبدیل کرنے پڑتے ہیں۔

آج کا دور عسکری جہاد سے بڑھ کر فکری' اقتصادی اور سیاسی جہاد کا ہے۔ جہاد تو آج بھی جاری ہے' مگر اس کی نوعیت بدل چکی ہے' اسی طرح میدان بھی نئے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ تمام حضرات مجاہدین فی سبیل اللہ میں داخل ہیں جو اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف کسی بھی اعتبار سے برسر پیکار ہوں' خواہ وہ فکری' سیاسی' اقتصادی کسی بھی طرح ان کا مقابلہ اور اسلام کی جانب سے دفاع کر رہے ہوں۔

Bayan-ul-Qur'an

(English)

Translation of the meaning of
Al-Qur'an with brief explanation

By

Dr. Israr Ahmad

(This program was recorded in USA)

Now available in a set of 112 Audio CDs

Price Rs: 4400/=

Maktaba Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an
Qur'an Academy, 36-K, Model Town, Lahore
Ph: 5869501-03 Fax: 5834000
www.tanzeem.org e-mail:info@tanzeem.org